وہ قلم جو اسلام کی راہ میں لڑتا رہا

مولانا محمد الحسنیؒ جنکی زندگی اسلام کی خدمت میں بسر ہوئی

ادارہ رضوان پیش کرتا ہے

مولانا محمد الحسنیؒ انتخاب نمبر

چودہویں صدی ہجری کے اختتامی سال کا عظیم تحفہ

تاریخ کا اعلان جلد کیا جائے گا

محمد ثانی حسنی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے تنویر پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ رضوان، ۳ گوئن روڈ لکھنؤ سے شائع کیا

خواتین کا ترجمان

357

رضوان

R. No. 2416/57 OCT., 1979 L/W NP 58

Monthly **RIZWAN**

LUCKNOW.

دعوت وتبلیغ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک نادر اور مفید تحفہ

سوانح

حضرت مولینا محمد یوسف کاندھلوی

تالیف: مولینا محمد ثانی حسنی

مقدمہ: مولینا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

داعی الی اللہ حضرت مولینا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مکمل اور مستند سوانح حیات اس مجاہد کی داستان جس نے اپنی جان اللہ کے راستہ میں دے دی

خاندان کاندھلہ جھنجھانہ کے حالات ○ حضرت مولینا محمد الیاسؒ کا تذکرہ

○ تبلیغی جماعت کے مجاہدوں اور سفروں کی مکمل سرگزشت اور مکمل جائزہ

یہ کتاب حضرت شیخ الحدیث مولینا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی زیر نگرانی لکھی گئی ہے۔

○ آخری باب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے حالات پر ہے جس کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے مرتب کیا ہے۔

قیمت مجلد

مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ ۱

Only Cover Printed at LUNA PRINTING PRESS, Lucknow.

بیادگار امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

رضوان

ماہنامہ — لکھنؤ

جلد (۲۳) نومبر ۱۹۷۹ء مطابق محرم الحرام ۱۴۰۰ھ شمارہ (۱۱)

زیر ادارت

محمد ثانی حسنی — محمد حمزہ حسنی

امامہ حسنی — میمونہ حسنی

سالانہ چندہ		دس روپے
چندہ سالانہ برائے غیر ممالک	بحری ڈاک	دس سعودی ریال یا اس کا متبادل
چندہ سالانہ برائے غیر ممالک	ہوائی ڈاک	بیس سعودی ریال یا اس کا متبادل

اس شمارہ کی قیمت
ایک روپیہ

دفتر ماہنامہ رضوان ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ انڈیا

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۳	محمد حمزہ حسنی
قرآن کا خطاب	۵	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
حدیث کی روشنی میں	۷	مولانا محمد منظور نعمانی
نعت	۱۱	طفیل احمد
پردے کا مقصد	۱۲	رخسانہ دلپذیر
شادیوں کے رسومات جن کا بند ہونا ضروری ہے	۱۸	مولانا اشرف علی تھانویؒ
غزل	۳۱	راز اٹاوی
بھوپال کے بہادر	۳۲	تخلص بھوپالی
نعت	۳۸	محترمہ عشرت فروغ عباسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد حمزہ حسنی

الحمد للہ رضوان کا تیسواں سال اب پورا ہونے کو ہے ہم نے اب تک یہ کوشش کی کہ کم سے کم قیمت پر یہ دینی رسالہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچے اور اپنا کام کرے لیکن اب کاغذ کی آسمان سے بات کرتی قیمتوں، کتابت طباعت کے اخراجات کی روز افزوں زیادتی نے ہم کو مجبور کر دیا ہے کہ ہم اپنے قارئین کے سامنے صورتحال رکھیں اور ان سے مشورہ کریں۔ آپ صرف اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو کاغذ ہم ۳۵ روپیہ فی رم خریدتے تھے اب وہ ۷۰ روپیہ میں بھی دوڑ بھاگ کرنے کے بعد ہی مل پاتا ہے۔

ہمارے کچھ ساتھیوں نے رائے دی ہے کہ رضوان کے سالانہ چندہ میں دس روپے میں دو روپے کا اضافہ کر کے بارہ روپے کر دیئے جائیں تاکہ حالات سے کچھ مقابلہ ہو سکے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ رضوان میں آٹھ صفحات کا اضافہ کر کے پندرہ روپے کر دیئے جائیں۔ اس سے خسارہ بھی کسی حد تک پورا ہوگا اور رضوان کے خریداروں کو آٹھ صفحات کا اضافہ بھی مل جائے گا۔ جس کی وجہ سے رسالہ میں مضامین کی تعداد بھی بڑھ جائے گی۔ اب ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں جو ان کی رائے ہوگی ادارہ وہی کریگا۔

ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے خیالات سے ہم کو جلد مطلع فرمائیں تاکہ جنوری ۱۹۸۰ء سے اس تبدیلی پر عمل ہو سکے ۔

مولانا محمد الحسنیؒ انتخاب نمبر

قارئین کو پچھلے شمارے سے پتہ چلا ہوگا کہ مولانا محمد الحسنی انتخاب نمبر شائع کرنے کا فیصلہ ادارہ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے ایما اور خواہش پر کیا ہے الحمدللہ کہ اس کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ انشاء اللہ یہ شمارہ ایک مثالی خاص نمبر ہوگا۔ تاریخ کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا ۔

ہم قارئین رضوان سے تعاون کی درخواست کرتے ہیں ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی
اہم تصنیف
ارکان اربعہ
نماز ۔ روزہ حج زکوٰۃ کے بارے میں
اہم نکات کا بیان نہایت سلیس انداز بیان ۔ قیمت مجلد ۔ ۱۵ روپے
مکتبہ اسلام، ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

قرآن کا خطاب:

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

انبیاءؑ اور انکے متبعین کی سیرتوں میں آخرت کا مقام

آخرت کی اہمیت، دنیا پر آخرت کی ترجیح اور دنیا اور اس کے مال و متاع کو بے قیمت سمجھنے کی دعوت محض زبانی دعوت نہ تھی بلکہ یہی ان کی زندگی کا بنیادی اصول اور ان کا طرز عمل تھا، اس پر سب سے پہلے خود ایمان لاتے تھے اور اپنے خاص لوگوں میں اور اپنی پوری زندگی میں اسی راہ پر گامزن رہتے تھے حضرت شعیب علیہ السلام اپنی پوری جماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے تمھیں منع کردوں اسے خود کرنے لگوں"

(الاحزاب)

وہ دنیا کی طرف سے بے فکر اور آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے تھے انہوں نے بلند مراتب اور اہم مناصب سے بے توجہی برتی، اور اپنی دعوت کی راہ میں ان کو قربان کر دیا اور قیمتی مواقع ضائع کر دیئے حالاں کہ ان میں سے اکثر ایسے تھے کہ جن کا مستقبل روشن اور درخشاں تھا اور وہ اپنی ذہانت، ذکاوت، مہارت، خاندانی شرافت و نجابت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حاکم خاندان یا بادشاہی دربار سے تعلق کی بنا پر اپنے ماحول کی ممتاز اور درخشندہ

لوگوں میں سے تھے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

"اے صالح تم تو ہماری امیدوں کا مرکز تھے"۔ (بخاری)

اور انبیاء کے اہل بیت اور اہل خاندان نے بھی یہی روش اختیار کی کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا۔

"اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور اس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر یعنی بہشت کی طلب گار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں ان کے لئے خدا نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔ (بخاری)

اور آپ کی صحبت کی تاثیر تھی کہ تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) نے اللہ اور اس کے رسول ہی کو ترجیح دی اور دوسروں کے ساتھ خوشدلی اور عیش و آرام کی زندگی سے منھ موڑ کر رسول اللہ کے ساتھ فقر و قناعت کی زندگی کو پسند کیا۔ رسول اللہ کی زندگی اور آپ کے اہل بیت کے طرز معیشت سے کون ناواقف ہے وہ سیرت و تاریخ کا ایک روشن باب ہے جو تعجب خیز بھی ہے اور سحر انگیز بھی، وہ قلوب کو عظمت و ہیبت سے معمور کر دیتا ہے منہاج نبوت پر چلنے والوں اور دین حق کے داعیوں کے لئے روشنی کا مینار قائم کرتا ہے اسی زندگی کا ہمیشہ شعار تھا اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ اے اللہ تو آل محمد کے رزق صرف گزر بسر کے لئے رکھ دے۔

غور کرنے کی بات

۱:- منی آرڈر اور خطوط بھیجتے وقت خریداری نمبر لکھنا بہت ضروری ہے

۲:- خدا نخواستہ اگر آپ کو خریداری نمبر نہ یاد ہو تو اپنے پتے پر دیکھ لیں جو ہم لکھ کر بھیجتے ہیں۔

۳:- منی آرڈر فارم پر نیچے کوپن پر ہمارے بھیجے گئے پتے کی کٹنگ چپکا دیں۔

حدیث کی روشنی میں:-

زہد اور اس کے ثمرات و برکات

مولانا محمد منظور نعمانی

زہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں، اور دین کی خاص اصطلاح میں آخرت کے لئے دنیا کے لذائذ و مرغوبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و تنعم کی زندگی ترک کر دینے کو زہد کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے ارشادات میں بھی امت کو زہد کی بڑی ترغیب دی ہے اور اس کے بہت کچھ دنیوی و اخروی ثمرات و برکات بیان فرمائیں ہیں۔

زہد اختیار کرو، اللہ کے اور بندوں کے محبوب بن جاؤ گے:-

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا۔ یا رسول اللہ! مجھے ایسا کوئی عمل بتلائیے کہ جب میں اس کو کروں، تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رخی اختیار کرلو، تو اللہ تعالیٰ تم سے

محبت کرنے لگے گا، اور جو مال و جاہ) لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض کرنا اور بے رخی اختیار کر لو، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

(ترمذی و ابن ماجہ)

(تشریح) یہ واقع ہے کہ دنیا کی محبت و چاہت ہی آدمی سے وہ سارے کام کراتی ہے جن کی وجہ سے وہ خدا کی محبت کے لائق نہیں رہتا، اس لئے اللہ کی محبت حاصل کرنے کی راہ یہی ہے کہ دنیا کی چاہت اور رغبت دل میں نہ رہے، جب دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی تو دل اللہ کی محبت کے لئے فارغ ہو جائے گا اور پھر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی خالص ہونے لگے گی، کہ وہ بندہ اللہ کو محبوب اور پیارا ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کسی بندے سے متعلق عام طور سے لوگ یہ جان لیں کہ یہ ہماری کسی چیز میں حصہ نہیں چاہتا نہ یہ مال کا طالب ہے نہ کسی عہدہ اور منصب کا تو پھر لوگوں کو اس سے محبت کرنا گویا انسانی فطرت کا لازمہ ہے۔

(فائدہ) زہد کے بارے میں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس شخص کے لئے دنیا کی لذتیں اور راحتیں حاصل کرنے کے مواقع ہی نہ ہوں اور اس مجبوری کی وجہ سے وہ دنیا میں عیش نہ کرتا ہو وہ زاہد نہیں ہے، زاہد وہ ہے جس کے لئے دنیا کے عیش و تنعم کے پورے مواقع میسر ہوں مگر اس کے باوجود وہ اس سے دل نہ لگائے اور متنعمین کی زندگی نہ گزارے، کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو زاہد کہہ کے پکارا، انہوں نے فرمایا کہ زاہد تو عمر بن عبدالعزیزؒ تھے، کہ خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے دنیا گویا ان کے قدموں میں تھی، لیکن انہوں نے اس سے حصہ نہیں لیا۔

زاہدوں کی صحبت میں رہا کرو:

حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو خلادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زہد یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رخی اور

کم سخنی (یعنی لغو اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت) اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اور اس کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت کا القا ہوتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) حکمت کے القا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقتوں کو صحیح طور پر سمجھتا ہے اور اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو صحیح اور نافع ہوتی ہیں اس لئے اس کی صحبت کیمیا اثر ہوتی ہے قرآن مجید میں حکمت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

(ترجمہ) جس کو حکمت عطا کی جائے اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے زاہد بندوں کو نقد صلہ:۔

(ترجمہ) حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بندہ بھی زہد اختیار کرے (یعنی دنیا کی رغبت و چاہت اپنے دل سے نکال دے اور اس کی خوش عیشی و خوش باشی کی طرف سے بے رغبتی اور بے رخی اختیار کر لے) تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت کو اگائے گا اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو جاری کریگا اور اس دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں پھر اس کا علاج معالجہ بھی اس کو آنکھوں سے دکھا دیگا اور دنیا سے اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں پہونچا دیگا۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) اوپر کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا کہ دنیا میں جو شخص زہد اختیار کرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکمت القا کی جاتی ہے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کی اس حدیث سے اس کی اور زیادہ تفصیل اور تشریح معلوم ہوئی اس حدیث میں:۔

اللہ اس کے دل میں حکمت اگائے گا

کے بعد جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ گویا اسی حکمت کی تفصیل و تشریح ہے اور ...... مطلب یہ ہے کہ زہد اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی دنیا میں پہلا انعام صلہ یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب میں حکمت و معرفت کا تخم ڈال دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے نشو ونما پاتا رہتا ہے اور ترقی کرتا رہتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زبانوں سے حکمت کا ہی چشمہ جاری رہتا ہے، اور دنیا کے عیوب و امراض گویا ان کی آنکھوں سے دکھائی دیئے جاتے ہیں اور ان کے علاج و معالجہ میں بھی ان کو خاص بصیرت عطا ہوتی ہے اور دوسرا خاص انعام ان بندوں پر ہوتا ہے کہ ان کو ایمان اور تقویٰ کی سلامتی کے ساتھ اللہ تعالےٰ اس دنیا سے اٹھاتا ہے اور وہ اس فانی دنیا سے نکال کر دائمی عالم میں یعنی دار السلام جنت میں پہونچا دیئے جاتے ہیں۔

لکھنؤ کا مشہور و معروف، خوشبودار، خوش ذائقہ، مفید صحت اور

لذیذ تمباکو

نمبر ۱۰۷ اور ۵۰۱

رائل زردہ   اسپیشل رائل زردہ   اکسٹرا اسپیشل زردہ

ہمیشہ استعمال کیجئے

تیار کنندہ

رائل زردہ فیکٹری سعادت گنج لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

نعت

طفیل احمد مدنی

دماغ و دل پہ طاری بیخودی ہے
یہ اتنی کیوں مجھے آسودگی ہے

یہ کس کی بزم میں لایا مجھے دل
جہاں بس روشنی ہی روشنی ہے

وقار بزم سے سمجھا میں آخر
یقیناً بزم میلاد النبی ہے

سلام شوق پڑھ نکتہ رسی اے دل
کہ تو بھی تو انہیں کا اُمتی ہے

قلم چلتا نہیں فرط ادب سے
کہ یہ نعت رسول ہاشمی ہے

مرے ہادی مرے رہبر وہی ہیں
کہ جن پر ختم اب پیغمبری ہے

دل و جاں میں بسی ہے اُن کی اُلفت
یہی میری متاع زندگی ہے

مدینہ پہنچو جیسے بھی ہو ممکن
کہ دنیا میں تو بس جنت وہی ہے

جہاں پر ساقی کوثر ہوں خود ہی
وہاں کس چیز کی آخر کمی ہے

بقدر ظرف ملتی ہے سبھی کو
مرا ساقی تو سخیوں کا سخی ہے

موحد کر دیا سارے عرب کو
جہاں والو یہی پیغمبری ہے

مدینہ میں بلا لیں پھر وہ مجھ کو
طفیل اپنی تمنائے دلی ہے

پردے کا مقصد
عورت کے احترام کو فروغ دینا ہے

(رخسانہ دلپذیر)

اللہ تعالیٰ کو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی عزت و حرمت نہایت عزیز ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو ذلیل کرے۔

مسلمان کی ذلت کے معنی حق و صداقت کی تذلیل ہے اور خدا پرستوں کی ایک ایسی جماعت کی تحقیر ہے۔ جو کائنات میں امام ہے۔ اور ساری دنیا کی رہنمائی جن کا دینی فرض ہے۔

اول اول چونکہ پردے کا رواج نہ تھا اس لئے مسلمان عورتیں ضروریات کی وجہ سے گھروں سے نکلتیں تو بدکار اور آوارہ لوگ ان کو چھیڑتے ...... اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم ایسی حرکات کا ارتکاب کیوں کرتے ہو تو کہتے ہمیں غلط فہمی ہوئی ہے ہم یہ سمجھتے تھے کہ شاید غلام عورتیں ہیں۔ لونڈیوں سے چھیڑ چھاڑ اس وقت کے قبیل کے لوگوں میں معیوب نہیں تھی۔ اس پر پردے کا حکم نازل ہوا کہ امہات المومنین اور عام مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ کھلے منھ گھروں سے باہر نہ نکلا کریں۔ بلکہ نکلیں تو گھونگھٹ نکالکر

تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ شریف پردہ دار خواتین ہیں اور اس طرح ان بدقماش لوگوں کو شرارت کا موقع نہ ملے۔

جس شخص نے قرآن مجید کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے معاشرتی مسائل میں سے جو مسائل زیادہ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اور وضاحت کے ساتھ قرآن مجید اور احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اس میں سے ایک مسئلہ پردہ کا بھی ہے، پردہ سے متعلق تمام اصولی ہدایات قرآن مجید میں دی گئی ہیں۔ ان کی ضروری توضیحات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی ہیں۔

(ترجمہ) "اور وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھو۔ اور گذرے ہوئے زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنے سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔"

(سورۂ الاحزاب۔ ۳۳)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا اصل میدانِ عمل اس کا گھر ہے اور ایک صالح اور دیندار معاشرے کی تشکیل میں مدد دینا ہے۔ کیوں کہ جہاں زینت چھپانے کا حکم ہے وہیں نماز، زکوٰۃ اور خدا اور رسولؐ کے احکام پر عمل کرنے کا حکم بھی ہے۔

اسلام کے ظہور سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں اس طرح کی باتیں عورتوں میں پائی جاتی تھیں جن کو اسلام نے آکر مٹایا ہے، اس لئے اسلام کا پسندیدہ کردار ایک عورت کے لئے وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے اور اس کردار کی مسلمان عورتوں کو تعلیم دی گئی ہے۔ اس آیت میں اگرچہ مخاطب رسول پاکؐ کی ازواج ہیں۔ لیکن ہدایت صرف انہی کو نہیں دی گئی بلکہ یہ سب کے لئے ہے اور ان کو مخاطب اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ تمام امت کی عورتوں کے لئے نمونہ ہیں۔

ایک مشہور حدیث میں جس میں معاشرہ کے مختلف طبقات کی ذمہ داریوں کو آنحضرتؐ

نے الگ الگ کر دیا ہے۔ عورت کی اصل ذمہ داری یہ بیان فرمائی ہے۔

"اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں بنائی گئی ہے اور اس سے ان چیزوں کی بابت پرسش ہوگی۔"

پردہ کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے، یونان کی عورتیں بہت ہی حسین و جمیل تھیں، ان کی عادت تھی کہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں کو اپنے دامن یا کسی خاص اوڑھنی سے ڈھانپ لیا کرتی تھیں۔

فنقیہ کی عورتیں سرخ پردہ اوڑھا کرتی تھیں، یونان کے سب سے پہلے مصنف نے پردہ پر مضمون لکھا۔ بادشاہ عولیس کی بیوی "پنیلاپ" ہمیشہ پردہ اوڑھے رہتی تھی۔

شہر تیب کی عورتوں کا پردہ خاص ہوتا تھا جس میں آنکھوں کے سامنے دو سوراخ ہوتے تھے۔ تاکہ بآسانی دیکھا جا سکے۔

نصوص شرعیہ یعنی قرآنی آیات اور صحیح احادیث و آثار سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے پردے کے بارے میں تشدد برتا ہو۔

یاایھا النبی قل لازواجک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ط

ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین ط وکان اللہ غفورا رحیما ٥

(سورۃ الاحزاب ۵۹)

(ترجمہ) اے پیغمبرؐ اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزادی نہ دی جایا کرے گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ الاحزاب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض و غایت یہ تھی کہ آپ کے ذریعے دنیا کی اصلاح کی جائے اور برائیوں کا قلع قمع کیا جائے، عورت کے جملہ امور کی اصلاح کر کے

اس کے ذریعہ سے ایک نظام قائم کیا جائے، تاکہ وہ ظالموں کے لیے مظالم کا تختۂ مشق نہ بن جائے۔

مغربی مصنفوں میں سے ایک منصف مزاج ہملٹن اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

"اسلامی احکام عورت کی شان میں نہایت صریح ہیں جو اس کی عزت افزائی کو برقرار رکھنے اور اس کی بے حرمتی اور ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کی خاص توجہ دلاتے ہیں، اسلام نے پردے کے باب میں تنگ نظری سے کام نہیں لیا ہے جیسا کہ بعض مصنفوں کا خیال ہے بلکہ اس نے غیرت و مروت کے اسباب کا لحاظ رکھا ہے۔"

اسپارٹا کی نوجوان لڑکیاں شادی ہونے سے پہلے لوگوں سے ملتی جلتی تھیں، مگر شادی کے بعد وہ پردہ پوش ہو جاتی تھیں۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عموماً عورتیں اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانکے رہتی تھیں، جب انھیں بازار جانا ہوتا تو سر سے لے کر پاؤں تک برقع اوڑھے ہوئے نکلنا ان کے لیے ضروری تھا خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا کنواری۔

اسی طرح سلطنت بابل، ایشیا، ایران اور عرب میں پردے کا رواج تھا۔ روم میں عورتوں میں یہ رسم انتہائی حد تک جاری تھی کہ جب ان میں سے کوئی عورت باہر نکلتی تو نہایت احتیاط کے ساتھ پردہ ایسا اوڑھتی جو ایک لمبی چادر کی شکل میں ٹخنوں کے نیچے تک لٹکا رہتا تھا پھر اس کے اوپر عبا پہن لیتیں تاکہ کوئی عضو نظر نہ آئے۔

عرب جاہلیت یہود اور نصاریٰ کے اخلاق و کردار میں انتہائی زوال و انحطاط پیدا ہو چکا تھا قرآن کریم نے ازواج نبی کریمؐ کو ان کے گھروں میں ٹھہرنے اور جاہلیت کی زیب و آرائش کا مظاہرہ کرنے سے پرہیز اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ سے اخلاق توازن برقرار ہو گیا اور سیرت و کردار کی سطح اونچی ہو گئی کیوں کہ ازواج نبیؐ اوروں کے لیے بہترین نمونہ تھیں۔

دلن ہمر کا قول ہے ~~کہتا ہے~~ کہ "پردہ کو اسلام نے ضروری اور عورتوں کو...... اجنبیوں سے میل جول رکھنے کو جو حرام قرار دیا ہے اس کا مفہوم ہرگز یہ نہیں ہے کہ عورتوں کے اعتماد کے جذبہ کو فنا کر دیا جائے یہ ایک وسیلہ ہے۔ ان کے ناموس کی حفاظت و احترام کا اور ذریعہ ہے ان کی رسوائی کی روک تھام کا۔ درحقیقت اسلام کی نظر میں عورت کا جو درجہ اور مقام ہے وہ یقیناً قابل رشک ہے"۔

حمزہ بن ابو اسید انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتوں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ آپ نے عورتوں سے فرمایا کہ تم پیچھے ہو جاؤ تمہارے لئے راستے کے بیچ میں چلنا ٹھیک نہیں ہے تم راستے کے کنارے سے چلو چنانچہ اس حکم کے بعد عورتیں بالکل دیوار سے لگ جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھتی تھیں۔

(ابو داؤد ما جاء فی مشی النساء فی الطریق)

روایت میں آیا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر ٹھہر جاتے تھے کہ عورتیں نکل جائیں تاکہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا تصادم نہ ہو۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کا ایک دروازہ عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔

عیدین کی نمازوں میں عورتوں کو شرکت کی خاص طور پر اجازت تھی لیکن ان کا اجتماع مردوں سے الگ ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔

(ابو داؤد)

عرب کے باعزت گھرانوں میں رواج تھا کہ وہ ایک بڑی چادر سے سر سے پاؤں تک اپنے جسم کو چھپا لیتی تھیں، اور یہ چادریں عورت کے لباس، اس کی زینتوں اور اس کے جسم کے محاسن کو ڈھانک لینے کے لئے موزوں تھیں۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں چادر کو گھونگھٹ کی شکل میں چہرے پر لٹکا لیا کریں۔ حضرت عائشہؓ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے

حجاج کے قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھے جب قافلے ہمارے سامنے آتے تو ہم سر کی طرف سے بڑی چادر کا کچھ حصہ چہرے پر لٹکا لیتے اور جب وہ گزر جاتے تو اس کو اٹھا دیتے۔

ایک خاتون جن کا نام ام خلاد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کا جو مقتول ہو چکا تھا۔ انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی کریمؐ کے ایک صحابی نے ان کی اس حوصلہ مندی پر تعجب کرتے ہوئے کہا۔ "نقاب پہن کر اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں" انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا بیٹا مرا ہے، میری حیا نہیں مری ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوگا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

اسلام نے عورت کے درجے اور احترام کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ حقوق آزادی بھی عطا کی۔ پردے کے تصور میں عورت کی غلامی نہیں بلکہ اس کے احترام اور ناموس کا تصور کارفرما ہے اسلام ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جس میں عورت کا احترام کیا جائے اور اس کی گود میں پرورش پانے والی نسل اسلام اور اسلامی تعلیمات کی علمبردار ہو۔

منی آرڈر اور خطوط بھیجتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں

شادیوں کی رسومات

جنکا

بند کرنا ضروری ہے

مولانا اشرف علی تھانویؒ

سب سے بڑی تقریب جسمیں خوب دل کھول کر حوصلے نکالے جاتے ہیں اور بے انتہا رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ یہی شادی کی تقریب ہے جس کو واقع میں بربادی کہنا لائق ہے اور بربادی کیسی دین کی بھی اور دنیا کی بھی۔ اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

سب سے پہلے برادری کے مرد جمع ہو کر لڑکی والے کی طرف سے تعین تاریخ کا خط لکھ کر نائی کو رخصت کرتے ہیں یہ رسم ایسی ضروری ہے کہ چاہے برسات ہو راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں جسمیں نائی صاحب کے بالکل ہی رخصت ہو جانے کا احتمال ہو۔ غرض کچھ ہی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر کفایت کریں۔ یا نائی سے زیادہ کوئی معتبر آدمی جاتا ہو اس کے ہاتھ بھیج دیں۔ شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھہرایا اس کو اس قدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کے ضروری بتلائے ہوئے کاموں سے زیادہ اس کا اہتمام کرنا

خود انصاف کرو کہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں اور جب مقابلہ ہے تو چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں۔ اسی طرح مردوں کے اجتماع کا ضروری ہونا اس میں بھی یہی خرابی ہے۔ اگر کہو کہ مشورہ کے لئے جمع ہوتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے وہ بیچارے تو خود پوچھتے ہیں کہ کون سی تاریخ لکھیں جو گھر میں پہلے خاص مشورہ کر کے مقرر کر چکے ہیں وہی بتاتے ہیں اور وہی لوگ لکھ دیتے ہیں۔ اگر مشورہ ہی کرنا ہے تو جس طرح اور کاموں کا مشورہ ہوتا ہے کہ دو عقلمند لوگوں کی رائے لے لی بس کفایت ہوئی ہے۔ گھر گھر کے آدمیوں کو بٹورنا کیا ضرور، پھر اگر لوگ جو نہیں آسکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی جگہ بھیج دیتے ہیں۔ بھلا وہ مشورہ میں کیا تیر چلائیں گے۔ کچھ بھی نہیں یہ سب من سمجھوتیاں ہیں۔ سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ صاحب یونہی رواج چلا آتا ہے بس اسی رواج کی برائی اور اس کے چھوڑنے کا واجب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ غرض اس رسم کے اجزا خلاف شرع ہیں۔ پھر اس میں یہ بھی ایک ضروری بات ہے کہ سرخ ہی خط ہو اور اس پر گوٹہ بھی لپٹا ہو یہ بھی اسی بے حد پابندی کے اندر داخل ہے جو برا اور خلاف شرع ہے۔

گھر میں برادری کنبے کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو ایک کونے میں قید کر دیتی ہیں۔ جس کو مائیوں بٹھلانا اور مانجھے بٹھلانا کہتے ہیں۔ اس کے آداب یہ ہیں کہ اس کو چوکی پر بٹھلا کر اس کے داہنے ہاتھ پر کچھ ابٹنا رکھتی ہیں اور گود میں کچھ بتاشے بھرتی ہیں اور کچھ کھیل بتاشے حاضرین میں تقسیم ہوتے ہیں اور اسی تاریخ سے برابر لڑکی کے ابٹنا ملا جاتا ہے اور بہت پنڈیاں برادری میں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ رسم بھی چند خرافات باتیں ملا کر بنائی گئی ہیں۔

اول اس کو علیحدہ بٹھانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی یا حبس ہو، دنیا بھر کے طبیب حکیم بھی کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جائے گی، کچھ ہی ہو مگر یہ فرض قضا نہ ہونے پائے۔ اس میں بھی وہی بے حد پابندی کی برائی موجود ہے اور اگر اس کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ

ہو تو دوسرا گناہ ایک مسلمان کو ضرر پہونچانے کا ہوگا جس میں ماشاء اللہ تمام برادری بھی شریک ہے۔

تیسری داہنے ہاتھ پر بٹنا رکھنا اور گود میں کھیل بتاشے بھرنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے اگر ایسا ہے تب تو شرک ہے اور شرک کا خلاف شرع ہونا کون مسلمان نہیں جانتا ورنہ وہی پابندی تو ضرور ہے اسی طرح کھیل بتاشوں کی تقسیم کی پابندی یہ سب بے حد پابندی ریا اور افتخار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

چوتھی عورتوں کا جمع ہونا جو ان سارے فسادوں کی جڑ ہے . . . . . .

بعض جگہ یہ قید ہے کہ سات سہاگنیں جمع ہو کر اس کے ہاتھ پر بٹنا رکھتی ہیں یہ ایک شگون ہے جس کا شرک ہونا اوپر سن چکی ہو۔ اگر بدن کی صفائی اور نرمی کی مصلحت سے بٹنا ملا جائے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ مگر معمولی طور سے بلا قید کسی رسم کے مل دو۔ بس فراغت ہوئی اس کا اس قدر طومار کیوں باندھا جائے بعض عورتیں اس رسم کے بیچ میں کچھ وجہیں تراشتی ہیں کہ سسرال جا کر کچھ دن لڑکی کو سر جھکائے ایک ہی جگہ بیٹھنا ہوگا۔ اس لئے عادت ڈالنے کی مصلحت سے مانجھے بٹھلاتے ہیں کہ وہاں نا یاد تکلیف نہو اور بعضے فرماتے ہیں کہ بٹنے سے بدن صاف اور خوشبودار ہوتا ہے اس لئے ادھر ادھر نکلنے میں کچھ آسیب کے خلل ہونے کا ڈر ہے یہ سب شیطانی خیالات اور من سمجھوتیاں ہیں اگر صرف یہی بات ہے تو برادری کی عورتوں کا جمع ہونا ہاتھ پر بٹنا رکھنا گود بھرنا وغیرہ اور خرافات کیوں ہوتی ہیں۔ اتنا مطلب تو ان بکھیڑوں کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرے وہاں جا کر بالکل مردہ ہو کر رہنا بھی تو برا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے لہٰذا اس کی مد اور برقرار رکھنے کے واسطے جو کام کیا جائے وہ بھی ناجائز ہوگا اور یہ بھی نہ سہی تو ہم یہ کہتے ہیں کہ آدمی پر جیسی پڑتی ہے سب جھیل لے جاتا ہے خود سمجھو کہ پہلے گھر بھر میں پھرتی چلتی تھی اب دفعۃً ایک کونے میں کیسے بیٹھ گئی ایسے

ہی وہاں بھی دو ایک دن بیٹھے لگی۔ بلکہ وہاں کی تو ایک آدھ دن کی مصیبت ہے اور یہاں تو دس دس بارہ بارہ دن قید کی مصیبت ڈالی جاتی ہے تیسرے یہ کہ اگر آسیب کے ڈر سے نہیں نکلنے پاتی تو بہت سے بہت صحن میں اور کوٹھے پر نہ جانے دو یہ کیا کہ ایک ہی کونے میں پڑی گھٹا کرے کھانے پینے کے لئے بھی وہاں سے نہ ٹلے اس لئے یہ سب من گھڑت بہانے اور واہیات باتیں ہیں۔

جب نائی خط لے کر دولہا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہو کر دو خوان شکرانے کے بناتی ہیں جس میں ایک نائی کا ہوتا ہے دوسرا ڈومنیوں کا۔ نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے اور ساری برادری کے مرد جمع ہو کر نائی کو شکرانہ کھلاتے ہیں یعنی منھ تکا کرتے ہیں اور ڈومنیاں دروازے میں بیٹھ کر گالیاں گاتی ہیں اس میں وہی بے حد پابندی کی برائی۔ دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ ڈومنیوں کو گانے کی اجرت دینا حرام ہے پھر گالیاں گانا جو خود گناہ ہے اور حدیث شریف میں اس کو منافق ہونے کی نشانی فرمایا ہے یہ تیسرا گناہ ہوا جس کے سبب سننے والے شامل ہیں کیونکہ جو شخص گناہ کے مجمع میں شریک ہو وہ بھی گنہگار ہوتا ہے چوتھے مردوں کے اجتماع کو ضروری سمجھنا جو بیجا پابندی میں داخل ہے معلوم نہیں نائی کے شکرانہ کھانے میں اتنے بزرگوں کو کیا مدد کرنی پڑتی ہے پانچویں عورتوں کا جمع ہونا جس کا گناہ ہونا معلوم ہو چکا۔

نائی شکرانہ کھا کر مطابق ہدایت اپنے آقا کے ایک یا دو روپیہ خوان میں ڈالتا ہے اور یہ روپے دولہا کے نائی اور ڈومنیوں میں آدھوں آدھ تقسیم ہوتے ہیں دوسرا خوان شکرانہ کا بجنسہٖ ڈومنیاں اپنے گھر لے جاتی ہیں۔ پھر برادری کی عورتوں کے لئے شکرانہ بنا کر تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بھی وہی شہرت اور ریا و بے حد پابندی موجود ہے اس لئے بالکل شرع کے خلاف ہے۔

صبح کو برادری کے مرد جمع ہو کر خط کا جواب لکھتے ہیں اور ایک جوڑا نائی کو نہایت

عمدہ بیش قیمت مع ایک بڑی رقم یعنی سو یا دو سو روپے کے دیتے ہیں۔ وہی مسخرا پن جو اول ہوا تھا وہ یہاں بھی ہوتا ہے کہ دکھلائے جاتے ہیں ستوا در لئے جاتے ہیں ایک دو پھر اس ریا اور لایعنی حرکت کے علاوہ بعض وقت اس رسم کے پورا کرنے کے لئے سودی قرض کی ضرورت پڑنا یہ جدا گناہ ہے۔

اب نائی رخصت ہو کر دلہن والوں کے گھر پہونچتا ہے وہاں برادری کی عورتیں پہلے سے جمع ہوتی ہیں، نائی اپنا جوڑا دکھانے کے لئے گھر میں دیتا ہے اور ساری برادری میں گھر گھر دکھایا جاتا ہے اس میں بھی وہی عورتوں کی وہی جمعیت اور جوڑا دکھلانے میں زیادہ نمود کی خرابی ظاہر ہے

اس تاریخ سے دولہا کے ابٹنا ملا جاتا ہے اور شادی کی تاریخ تک کنبے کی عورتیں جمع ہو کر دولہا کے گھر بری کی تیاری اور دلہن کے گھر جہیز کی تیاری کرتی ہے اور اس درمیان میں جو مہمان دونوں میں سے کسی کے گھر آتی ہیں اگرچہ ان کو بلایا نہ ہو ان کے آنے کا کرایہ دیا جاتا ہے اس میں وہی عورتوں کی جمعیت اور بے حد پابندی تو ہے ہی کرایہ اپنے پاس سے دینا کہ خواہ دل چاہے یا نہ چاہے محض نمود شان و شوکت کے لئے یہ اور طرہ۔ اسی آنے والوں کا یہ سمجھنا کہ یہ ان کے ذمہ واجب ہے یہ ایک قسم کا جبر ہے۔ ریا اور جبر دونوں خلاف شرع ہونا ظاہر ہے اور اس سے بڑھ کر قصہ بری و جہیز کا ہے۔ جو شادی کے بڑے بھاری رکن ہیں۔ اور ہر چند یہ دونوں امر اصل میں جائز بلکہ بہتر و مستحسن تھے کیونکہ بری یا ساچق حقیقت میں دولہا یا دولہا والوں کی طرف سے دلہن یا دلہن والوں کو ہدیہ ہے اور جہیز حقیقت میں اپنی اولاد کے ساتھ سلوک و احسان ہے مگر جس طور سے اس کا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اب نہ ہدیہ مقصود رہا ہے نہ سلوک و احسان۔ محض ناموری اور شہرت اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے یعنی دکھلا

کر شہرت دیکر دیتے ہیں، بڑی بڑی دھوم دھام اور تکلف سے دی جاتی ہے اور اس کی چیزیں بھی خاص مقرر ہیں، برتن بھی خاص طرح کے ضروری سمجھتے ہیں ان کا عام طور پر نظارہ بھی ہوتا ہے موقع بھی معین ہوتا ہے اگر ہدیہ مقصود ہوتا تو معمولی طور پر جب میسر آتا اور جو میسر آتا بلا پابندی کسی رسم کے اور بلا اعلان کے محض محبت سے بھیج دیا کرتے اسی طرح جہیز کا اسباب بھی خاص خاص مقرر ہے کہ فلاں فلاں چیز ضرور ہو اور تمام برادری اور بعض جگہ صرف اپنا کنبہ اور گھر والے اس کو دیکھیں اور دن بھی وہی خاص ہو اگر صلہ رحمی یعنی سلوک و احسان مقصود ہوتا تو معمولی طور پر جو میسر آتا دیدیتے اسی طرح ہدیہ اور صلہ رحمی کے لئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا لیکن ان دونوں رسموں کے پورا کرنے کو اکثر اوقات قرضدار بھی ہو جاتے ہیں گو سود ہی دینا پڑے اگر حویلی اور باغ فروخت یا گروی ہو جائے۔ بس اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور نمائش، شہرت اور فضول خرچی وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لئے یہ بھی ناجائز باتوں میں شامل ہو گیا۔

برات سے ایک دن قبل دولہا والوں کا نائی مہندی لے کر اور دلہن والوں کا نائی نوشہ کا جوڑا لے کر اپنے اپنے مقام سے چلتے ہیں اور یہ منڈھے کا دن کہلاتا ہے۔ دولہا کے یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہو کر دلہن کا جوڑا تیار کرتی ہیں اور ان کو سلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام مکینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پر روت دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی بے حد پابندی اور عورتوں کی جمعیت ہے جس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جوڑا لانے والے نائی کو جوڑا پہنانے کے وقت کچھ انعام دیتے ہیں اور پھر یہ جوڑا نائن لے کر ساری برادری میں گھر گھر دکھلانے جاتی ہے اور اس بات کو برادری کی عورتیں جمع ہو کر کہتی ہیں ظاہر ہے کہ جوڑا دکھلانے کا منشا بجز ریا کے اور کچھ

بھی نہیں اور عورتوں کے جمع ہونے کے برکات معلوم ہو چکے ہیں۔ غرض اس موقع پر بھی گناہ کا خوب اجتماع ہے۔

صبح دولہا کو غسل دیکر شاہانہ جوڑا پہناتے ہیں اور پرانا جوڑا مع جوتا کے حجام کو دیا جاتا ہے اور چوٹی سہرے کا حق نائیوں کو دیا جاتا ہے اکثر اس جوڑے میں خلاف شرع بھی لباس ہوتا ہے اور سہرا چونکہ کافروں کی رسم ہے اس لئے اس حق کا نام چوٹی سہرے سے مقرر کرنا بے شک برا اور کافروں کی رسم کی موافقت ہے اس لئے یہ بھی خلاف شرع ہوا۔

اب نوشہ کو گھر میں بلا کر چوکی پر کھڑا کر کے [illegible] سہرا باندھ کر اپنا حق لیتی ہیں اور کنبہ کی عورتیں کچھ ٹکے نوشہ کے سر پر [illegible] نائنوں کو دیتی ہیں۔ نوشہ کے گھر میں جانے کے وقت بالکل احتیاط نہیں رہتی بڑے بڑے گھر کے پردے والیاں بناؤ سنگار کئے ہوئے اس کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اس کی شرم کا وقت ہے کسی کو نہ دیکھے گا۔ بھلا یہ غضب کی بات ہے یا نہیں۔ اول یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ نہ دیکھے گا۔ مختلف طبیعت کے لڑکے ہوتے ہیں جس میں آج کل تو اکثر شریر ہی ہیں پھر اگر اس نے نہ دیکھا تو تم کیوں اس کو دیکھ رہی ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔ لعنت کرے اللہ دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھے اس پر بھی۔ غرض اس موقع پر دولہا اور سب عورتیں گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ پھر سہرا باندھنا یہ دوسری بات خلاف شرع ہوئی کیوں کہ یہ کافروں کی رسم ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو مشابہت کرے کسی قوم کے ساتھ وہ ان ہی میں سے ہے پھر لڑ جھگڑ کر اپنا حق لینا۔ اول تو ویسے بھی کسی پر جبر کرنا حرام ہے خاص کر ایک گناہ کر کے اس پر کچھ لینا بالکل گناہ در گناہ ہے اور نوشہ کے سر پر پیسوں کا اتارنا یہ بھی ایک ٹوٹکا ہے جس کی نسبت حدیث میں ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے غرض یہ بھی سراسر غلط اور خلاف شرع باتوں کا مجموعہ ہے۔

اب برات روانہ ہوتی ہے یہ برات بھی شادی کا بڑا رکن سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے کبھی دولہا والے کبھی دلہن والے بڑے اصرار و تکرار کرتے ہیں۔ غرض اس سے ناموری و تفاخر ہے اور کچھ بھی عجیب نہیں کہ کسی وقت جب کہ راہوں میں امن نہ تھا اکثر قزاقوں اور ڈاکوؤں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ دولہا اور دلہن اور اسباب وغیرہ کی حفاظت کے لئے اس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اسی وجہ سے گھر پیچھے ایک ایک آدمی ضرور جاتا تھا مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی نہ کوئی مصلحت۔ صرف افتخار و اشتہار رہ گیا ہے پھر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بلائے پچاس اور جا پہونچے سو۔ اول تو بے بلائے اس طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بے بلائے جائے وہ گیا تو چور ہو کر اور نکلا لٹیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے لوٹ مار کا پھر دوسرے شخص کی اس سے بے آبروئی بھی ہو جاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے پھر ان باتوں کی وجہ سے اکثر جانبین سے ایسی ضد اضدی اور بے لطفی ہوتی ہے کہ عمر بھر اس کا اثر دلوں میں باقی رہتا ہے چوں کہ نا اتفاقی حرام ہے اس لئے جن باتوں سے نا اتفاقی پڑے وہ حرام ہوں گی۔ اس لئے یہ فضول رسم ہرگز جائز نہیں۔ راہ میں جو گاڑی بانوں پر جہالت سوار ہوتی ہے اور گاڑیوں کو بے سدھ بلا ضرورت بھگانا شروع کر دیتے ہیں اس میں سیکڑوں خطرناک واردات ہو جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے خطرے میں پھنسنا بلا ضرورت کسی طرح جائز نہیں۔

دولہا اس شہر کے کسی مشہور متبرک مزار پر جا کر کچھ نقد چڑھا کر برات میں شامل ہو جاتا ہے اس میں جو عقیدہ جاہلوں کا ہے وہ یقیناً شرک تک پہنچتا ہے اگر کوئی سمجھدار اس برے عقیدے سے پاک ہو تب بھی اس سے چونکہ جاہلوں کے فعل کو قوت اور رواج ہوتا ہے اس لئے سب کو بچنا چاہئے۔ مہندی لانے والے نائی کو انعام دیا جاتا ہے جس سے دولہا والا خرچ کا اندازہ کر لیتا ہے جو نائیوں کو دینا پڑے گا

یعنی نائی کا خرچ اس انعام سے آٹھ حصے زیادہ ہوتا ہے یہ بھی زبردستی کا جرمانہ ہوتا ہے کہ پہلے ہی خبر کر دی کہ ہم تم سے اتنا روپیہ دلوائیں گے چوں کہ اس طرح جبراً دلوانا حرام ہے لہٰذا اس کا ذریعہ بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ گناہ کا مقصد بھی گناہ ہے۔

کچھ مہندی دلہن کے لگائی جاتی ہے اور باقی تقسیم ہو جاتی ہے یہ دونوں باتیں بھی بے حد پابندی میں داخل ہیں کیونکہ اس کے خلاف کو عیب سمجھتی ہیں اس لئے یہ بھی شرع کی حد سے آگے بڑھنا ہے۔

برات آنے کے دن دلہن کے گھر عورتیں جمع ہوتی ہیں اس مجمع کی قباحتیں دکھوئیا اوپر معلوم ہو چکیں۔

ہر کام پر پروت یعنی نیگ تقسیم ہوتے ہیں مثلاً نائی نے دیگ کے لئے چولہا کھود کر پرزہ مانگا تو اس کو ایک خوان میوا ناج اس پر ایک تھیلی گرہ کی رکھ کر دیا جاتا ہے اسی طرح ہر ہر ذرا ذرا سے کام پر یہی جرمانہ کہ خدمت گزاروں کو دینا اچھی بات ہے مگر اس ڈھونگ کی کیا ضرورت ہے اس کا جو حق الخدمت سمجھو ایک دفعہ دیدو۔ اس بار بار دینے کی بنا پر وہی شہرت ہے علاوہ اس کے یہ دینا یا تو انعام ہے یا مزدوری اگر انعام و احسان ہے تو اس طرح زبردستی کر کے لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے اور اس کی مزدوری کہو تو مزدوری کا طے کرنا پہلے سے مقدار بتلا دینا ضروری ہے اس کے مجہول رکھنے سے اجارہ فاسد بھی حرام ہے۔

برات پہونچنے پر گاڑیوں کا گھاس دانہ اور تانگے کی گاڑیوں کو گھی اور گڑ بھی دیا جاتا ہے اس موقع پر اکثر گاڑی بان ایسا طوفان برپا کرتے ہیں کہ گھر والا بے آبرو ہو جاتا ہے اور اس بے آبروئی کا سبب وہی برات لانے والا ظاہر ہوا ہے کہ بری بات کا سبب بننا بھی برا ہے۔

برات ایک جگہ ٹھہرتی ہے دونوں طرف کی برادری کے سامنے بری کھولی جاتی ہے

اب وقت آیا ریا و افتخار کے ظہور کا جو اصل مقصد ہے اور اسی سبب سے یہ رسم منع ہے۔

اس بری میں بعض خاص چیزیں بہت ضروری ہیں سہانہ جوڑا، انگوٹھی، پاؤں کا زیور، سہاگ پڑا، عطر، تیل، مسی، سرمہ دانی، کنگھی، پان، کھلیں اور باقی غیر ضروری جس قدر جوڑے بری میں ہوتے ہیں اتنی ہی مٹکیاں ہوتی ہیں۔ ان سب مہملات کا بے حد پابندی میں داخل ہونا ظاہر ہے جس کا خلاف شرع ہونا کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے اور ریا و نمود تو سب جرموں کی جان ہے اس کو تو کہنے کی حاجت ہی کیا ہے۔

اس بری کو لیجانے کے واسطے دلھن کی طرف سے نائی خوان لے کر آتے ہیں اور ایک ایک آدمی کے سر پر ایک ایک رکھ کر لے جاتے ہیں دیکھا اس ریا کا اچھی طرح ظہور ہوا اگر چہ وہ ایک ہی آدمی کے لیجانے کا بوجھ ہو مگر لے جائے اس کو ایک قافلہ تاکہ دور تک سلسلہ معلوم ہو یہ کھلا ہوا مکر اور شیخی بگھارنا ہے۔

کنبے کے تمام مرد بری کے ساتھ جاتے ہیں اور بری زنانے مکان میں پہنچا دی جاتی ہے اس موقع پر اکثر بے احتیاطی ہو جاتی ہے کہ مرد بھی گھر میں چلے جاتے ہیں اور عورتوں کا بے حجاب سامنا ہوتا ہے۔ نہیں معلوم اس روز تمام گناہ اور بے غیرتی کس طرح حلال اور جائز ہو جاتی ہے۔

اس بری میں سے سہانہ جوڑا اور بعض چیزیں رکھ کر باقی سب چیزیں پھیر دی جاتی ہیں جس کو دولہا والا بجنسہ صندوق میں رکھ لیتا ہے۔ جب واپس لینا تھا تو خواہ مخواہ بھیجنے کی کیا ضرورت تھی کیوں تکلیف کی۔ بس وہی نمود و شہرت پھر جب واپس آنا یقینی ہے تو عقل مندوں کے نزدیک کوئی شان و شوکت کی بات بھی نہیں کہ شاید کسی کی مانگ لایا ہو پھر گھر آکر واپس کر دے گا۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ غرض تمام لغویات شرع کے بھی خلاف اور عقل کے بھی خلاف پھر بھی اس پر لوگ غش ہیں

بری کے خوان میں دلھن والوں کی طرف سے ایک یا سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے

جس کو بری کی چنگیر کہتے ہیں اور وہ دولہا کے نائی کا حق ہوتا ہے اس کے بعد ایک ڈومنی ایک ڈوری لے کر دولہا کے پاس جاتی ہے اور ایک ہلکا انعام دو چار آنے دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی بیجا پابندی اور انعام کا زبردستی لینا۔ اور معلوم نہیں کہ ڈومنی صاحبہ کا کیا استحقاق ہے اور یہ ڈوری کیا واہیات ہے۔

برات والے نکاح کے لئے گھر لائے جاتے ہیں خیر غنیمت ہے خطا معاف تو ہوئی ان خرافات میں اکثر اس قدر دیر لگتی ہے کہ اکثر تو تمام رات اس کی نذر ہو جاتی ہے۔۔ بدخوابی سے کوئی بیمار ہو گیا کسی کو بدہضمی ہو گئی کوئی نیند کے غلبے میں ایسا سویا کہ صبح کی نماز ندارد ہو گئی۔ ایک رونا ہو تو رو دیا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

سب سے پہلے سقہ پانی لے کر آتا ہے اس کو سوا روپیہ بیر گھڑی کے نام سے دیا جاتا ہے اگرچہ دل نہ چاہے مگر زکوٰۃ سے بڑھ کر فرض ہے کیسے نہ دیا جائے۔ غضب ہے اول تو انعام میں جبر جو محض حرام ہے۔ جبر کے یہی معنی نہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جائے بلکہ یہ چیز بھی جبر ہے کیا گر نہ دیں گے تو بدنام ہوں گے پھر لینے والے خوب مانگ مانگ کر جھگڑ جھگڑ کر لیتے ہیں اور وہ بیچارے اپنے ننگ و ناموس کے لئے دیتے ہیں یہ سب جبر حرام ہے پھر یہ بیر گھڑی تو ہندوانہ لفظ ہے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں سے یہ رسم سیکھی ہے یہ دوسری عظمت کھوئی۔

اس کے بعد ڈوم شربت گھولنے کے واسطے آتا ہے جس کو سوا سوا روپیہ دیا جاتا ہے اور شکر شربت کی دلہن کے یہاں سے آئی ہے۔ یہاں بھی انعام میں زبردستی کی علت لگی ہوئی ہے پھر یہ ڈوم صاحب کس مصرف کے ہیں بیشک شربت گھولنے کے لئے بہت ہی موزوں و مناسب ہیں کیونکہ باجا بجاتے بجاتے سرد کا مادہ پیدا ہو گیا ہے تو شربت پینے والوں کو زیادہ سرد ہو گا پھر طرہ یہ کہ کیسی ہی سردی پڑتی ہو چاہے زکام ہو جائے مگر

شربت ضرور پلایا جائے گا اس بے عقلی کی بھی کوئی حد ہے۔

پھر قاضی صاحب کو بلا کر نکاح پڑھواتے ہیں بس یہ ایک بات ہے جو تمام خرافات میں اچھی اور شریعت کے موافق ہے مگر اس میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جگہ حضرات قاضی صاحبان نکاح کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں کہ بعض جگہ یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا۔ تمام عمر بدکاری ہوا کرتی ہے اور بعضے تو ایسے حریص اور لالچی ہوتے ہیں کہ وہ سوا روپیہ کے لالچ میں جس طرح فرمائش کی جائے کر گزرتے ہیں خواہ نکاح ہو یا نہ ہو۔ وہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔ اس لئے اس میں بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ نکاح پڑھنے والا خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق کر کے نکاح پڑھے، اور بعض جگہ نکاح کے قبل دولہا کو گھر میں بلا کر دلہن کے ہاتھ پردے سے نکال کر اس کی ہتھیلی پر کچھ تل وغیرہ رکھ کر دولہا کو کھلاتے ہیں خیال کرنا چاہئے کہ ابھی نکاح نہیں ہوا اور لڑکی کا ہاتھ دولہا کے سامنے بلا ضرورت کر دیا کتنی بڑی بیحیائی ہے، اللہ بچائے۔

اس کے بعد اگر دولہا والے چھوہارے لے گئے ہوں تو وہ بھی لٹا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں۔ ورنہ وہی شربت خواہ سردی ہو یا گرمی۔ اس شربت میں علاوہ بیجا پابندی کے بیمار ڈالنے کا سامان کرنا ہے جیسا کہ بعض فصلوں میں واقع ہوتا ہے، یہ کہاں جائز ہے۔

اب دلہن کا نائی ہاتھ دھلاتا ہے اس کو سوا روپیہ ہاتھ دھلائی دیا جاتا ہے۔ یہ دینا اصل میں انعام و احسان ہے مگر اب دینے والے اس کو حق واجب اور نیگ سمجھتے ہیں اس طرح لینا دینا حرام ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور اگر اسے خدمت گزاری کا حق کہو تو دلہن والوں کا مہمان کے ذمہ ہونا چاہئے دولہا والوں سے کیا واسطہ یہ تو مہمان ہیں، علاوہ خلاف شرع ہونے کے خلاف عقل بھی کس قدر ہے کہ مہمانوں سے اپنے نوکروں

کی تنخواہ و مزدوری دلائی جائے۔

دولہا کے لئے گھر سے شکرانہ بن کر آتا ہے جو خالی رکابیوں میں برابر برابر سب براتیوں کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بیجا پابندی کے علاوہ عقیدے کی بھی خرابی ہے۔ یعنی اگر شکرانہ اگر نہ بنایا جائے تو نامبارکی کا باعث سمجھتی ہیں۔ بلکہ اکثر رسوم میں یہی عقیدہ ہے یہ خود شرک کی بات ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ بدشگونی و نامبارکی کی کچھ اصل نہیں، شریعت جسکو بے اصل بتائے اور لوگ اس پر چل بنا کر کھڑا کر دیں یہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں۔

اس کے بعد سب براتی کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں لڑکی والے کے گھر سے نوشہ کے لئے پلنگ سجا کر بھیجا جاتا ہے جب تمام رات زمین پر پڑے پڑے چور ہو چکے اب رحم آیا ہے۔۔۔۔ واقعی حقدار تو ابھی ہوا اس سے پہلے تو اجنبی اور غیر تھا۔۔۔۔ اگر وہ داماد نہ تھا تو بلایا ہوا مہمان تو تھا آخر مہمان کی خاطر مدارات کا بھی شرع اور عقل میں حکم ہے یا نہیں اور دوسرے براتی اب بھی فضول رہے ان کی اب بھی کسی نے بات نہ پوچھی صاحبو! وہ بھی تو مہمان ہیں۔

پلنگ لانے والے نائی صاحب کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے بس معلوم ہوا کہ یہ چارپائی اس علت کے لئے آئی تھی۔ استغفر اللہ اس میں بھی وہی انعام میں جبر ہونا ظاہر ہے۔

پچھلی رات کو ایک خوان میں شکرانہ بھیجا جاتا ہے اس میں برات کے سب لڑکے ملکر کھاتے ہیں ان کمبختی ماروں کو بدہضمی ہو جائے مگر شادی والوں کو اپنی رسمیں پوری کرنے سے کام ہے پہلے جہاں شکرانہ ملنے کا ذکر آیا ہے وہاں بیان ہو چکا ہے کہ یہ خلاف شرع ہے۔

اس خوان لانے والے نائی کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے، کیوں نہ دیا جائے ان نائی صاحب کے بزرگوں نے اس بیچارے براتی کے باپ دادا کو روپیہ قرض دے رکھا تھا وہ بیچارہ اس کو ادا کر رہا ہے ورنہ اس کے باپ دادا جنت میں جانے سے اٹکے رہیں گے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

غزل

رازؔ اٹاوی

مذاقِ سعی و عمل نہیں ہے، متاعِ علم و ہنر نہیں ہے
مگر یہ عالم ہے بے حسی کا ذرا بھی دل پر اثر نہیں ہے

حسین بہاروں میں کھو گئے ہیں خزاں جب آئیگی کیا کریں گے
سبھی کی آغاز پر نظر ہے، کسی کی انجام پر نہیں ہے

وہ زخم مرہم سے کیا بھریں گے جنھیں کھرچتی ہے روز دنیا
انھیں تسلی سے فائدہ کیا جنھیں ستم سے مفر نہیں ہے

کچھ ایسے دنیا نے غم دیئے ہیں کچھ ایسی پہنچی ہے ٹھیس دل پر
کہ لاکھ کوئی تسلیاں دے قرار دل کو مگر نہیں ہے

رکھیں گے وہ خاک فکر میری کریں گے کیا وہ خیال میرا
جنھیں نہیں ہوش خود ہی اپنا جنھیں خود اپنی خبر نہیں ہے

یہ کیسی منزل ہے یاالٰہی کہاں مجھے چھوڑا رہبروں نے
جہاں کوئی ہمنوا نہیں ہے جہاں کوئی ہمسفر نہیں ہے

ہمیں مٹانے کو جو اٹھے تھے وہی زمانے سے مٹ گئے ہیں
ہمیں مٹانا جو چاہتے ہیں، انھیں یہ شاید خبر نہیں ہے

دلوں پہ جنکی ہے حکمرانی وہ ترانہ ہم سے یہ کہہ رہے ہیں
جہاں محبت ہے کارفرما کدورتوں کا گزر نہیں ہے

طنزیہ:

بھوپال کے بہادر

تخلّص بھوپالی

غفور میاں کے محلے میں شکور دادا کا ایک ہوٹل بھی ہے جو دن رات سیل اینڈ سروس کرتا ہے اگر اس ہوٹل کو لندن کا ہائیڈ پارک کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ بھانت بھانت کی مخلوق کا اڈہ ہے۔ منشنر، بے روزگار نکمے نوجوان، سیاسی میتم صبح سے شام تک بات بین الاقوامی سطح پر جانچا تولا کرتے ہیں۔ ہر شخص یہاں آپس میں ایک دوسرے کا حزب مخالف ہے۔ ایک نے کوئی مسئلہ چھیڑا اور اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے خواہ کتنے ہی مضبوط دلائل کیوں نہ پیش کرے مگر دوسروں کے لئے قابل تسلیم نہیں اعتراضات کی وہ بوچھار ہوگی کہ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوگا کہ حاضرین میں ہر شخص کا اس کا اپنا مسئلہ ہے جس کی افادیت اور سچائی کا لوہا منوانے کے لئے وہ ہاتھا پائی، گالی گلوچ دھول دھپ جیسے مضبوط دلائل کا آزادانہ استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرےگا۔ یہی وجہ تھی کہ مالک ہوٹل کو مہینے میں چار۔ چھ مرتبہ عدالتوں میں چشم دید فوجداریوں کی گواہیاں دینے کا کام کرنا پڑتا تھا۔

بات سوئی کی ہو یا جہاز کی معمولی پٹاخے کی ہو یا ایٹم بم کی۔ خالی جن سنگھ کی ہو یا کانگریس مرکب کی پولیس کی ہو یا ڈاکوؤں کی، گندے فسادات کی ہو یا ڈھیلے منجھے

بھوپالی جو ہنر والوں سے بھرا پڑا تھا پچھلی جنگ میں اسی جمّا استاد نے ایسے بموں سے ٹلربٹ کی بولتی بند کر دی تھی، مگر خیر اب سنا ہے کہ اپنی سرکار جمّا استاد کو واپس مار رہی ہے جین سے نمٹنے کے لئے، اگر خاں جمّا پھر آگیا اور ایک بم بھی بنا کر چھوڑ دیا اس لال پر بیڈ پے تو قسم ہے اس پاک بے نیازی کی، پوری پولیس لائن خالی ہوجائے گی، اور سب اپنے اپنے گھروں کو بھنڈے ملیا چلے جائیں گے، جو شریف دیکھیں نہ کمین گالی گلوچ دیا کرتے ہیں۔

مگر دادا جاپان کی بہادری تو ماننا پڑے گی، غفور میاں کے دوست لفافی نے تائید چاہی۔

ابے کیا بہادری! انوں! تو اگر بھوپال پلٹن کی بہادری سن لے تو سانس روک لے گا! جب برما میں اپنی بھوپال کی پلٹن جاپانیوں سے مورچہ لے رہی تھی تو تمہارے انہیں ڈیڑھ فٹے جاپانیوں نے بغیر لڑے بھڑے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ اور کہنے لگے تھے کہ اگر ہمیں بھوپالی پلٹن کا معلوم ہوجاتا، تو قسم پیدا کرنے والے کی ہم مورچہ ہی نہیں لگاتے۔ اسی بہادری پہ جارج پنجم نے خوش ہوکر ایک ایک سپاہی سے لندن میں ہاتھ ملایا تھا کھڑے کھڑے۔ غفور میاں نے آنکھیں نکال کر اور بھوؤں کو اوپر کی طرف کھینچ کر لفافی سے کہا۔ یہ تھی میاں بھوپال کے بہادروں کی جرمنی میں دھاک ہلے ہائے غفور میاں نے اب سر لٹکا کر کہا کیا زمانہ تھا یہ بھوپال بہادروں اور جی داروں سے بھرا پڑا تھا کیسے کیسے جمّا دادا تھے، کیسے کیسے پٹھان تھے کہ گھٹنوں مڑ مڑ کے دیکھا کرو مگر جی نہ بھرے۔ اپنی اپنی وضع میں ہر ایک بہادر، نرالا، ایک سے بڑھ کے ایک طرحدار، بالنظر بد دور دو دو گز کے باہر نکلے ہوئے سینے یہ سی بھری جال آبادی، اکیں، یہ کٹورا سی بڑی بڑی افغانی آنکھیں! ایسی نوکدار تاجاں پوری مونچھیں کہ بس پہ نبوا لیموں، تو کیا اگر کدو بھی رکھ دو تو کیا مجال خم تو کھالے مونچھ! ارے خاں گھروں میں جاتے تھے جب یہ بہادر تو منھ پہ رومال ڈال ڈال کے جاتے تھے کہ "گھر والیں کہیں مارے ڈر کے چیخیں نہ مارنے لگیں۔ عورتیں بھی جل تو جلال تو پڑھ کر دم درود کیا کرتی تھیں۔

مفسدین کی شکور دادا کے ہوٹل میں ان تمام موضوعات کا پوسٹ مارٹم ہوا کرتا ہے اور ہمارے غفور میاں جو اس ہوٹل کے مستقل گاہک ہیں ان تمام مسئلوں پر گھنٹوں بولنے کی قابلیت رکھتے ہیں غلو کی حد تک بحث کرتے ہیں مخالفین کی کیا مجال جو دم مار سکیں البتہ اس پرائیویٹ پارلیمنٹ میں حزب مخالف کو اتنا ضرور اختیار ہے کہ اگر اسے غفور میاں کے کسی مسئلے سے اختلاف ہو تو چپ چاپ واک آوٹ کر سکتا ہے۔

آج شکور دادا کے ہوٹل میں یہ بات چل رہی تھی کہ پچھلی جنگ میں جاپان نے امریکا کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔ ایک سائنسداں نے اپنی نصف بجھی ہوئی بیڑی منہ سے نکالی کر ایٹم بم کی تباہیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ ایک ایٹم بم اس بھوپال کے لئے کافی ہوگا۔ بھلا غفور میاں کیوں کر ایٹم بم کی مداخلت اپنے بھوپال میں برداشت کر سکتے تھے! فوراً کرسی پر اکڑوں بیٹھ کر شروع ہو گئے۔

ارے خاں میاں ... امریکہ والا کافر کیا بنائے گا ایٹم بم؟ شاہجہاں بیگم کے زمانے میں جمّا خاں آتشباز تھا سرکار کی سالگرہ پہ ہر سال ایک ایٹم بم بنا کے اس لال پریڈ میں میدان میں چھوڑا کرتا تھا بڑے بڑے رستم باز خاں کانوں میں روئی کے پھٹے ٹھونس کے اور کانوں پر ٹوپ چڑھا کے بم کی آواز سنا کرتے تھے۔ چرند پرند پھٹا پھٹ گر پڑتے تھے تالاب کی مچھلیاں قسم پیدا کرنے والے کی اوپر آ جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ لاٹ صاحب کی خوشی میں، جمّا استاد نے ایسا ایٹم بم بنا کے چھوڑا تھا کہ لاٹ صاحب غش کھا کے کرسی کے نیچے جا پڑے تھے۔ اور جب ہوش آیا اور آسمان کی طرف دیکھا تو دھوئیں سے انگریزی میں لکھا ہوا تھا "لاٹ صاحب مبارک" انھیں قدموں لاٹ صاحب کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھے اور جمّا استاد کو گود میں اٹھا لیا تھا۔ یا وہ ایک مرتبہ کوئی مسلمان بادشاہ آیا تھا تو اسی جمّا خاں نے ایسا اسلامی بم بنایا تھا کہ پورے آسمان پہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر میرے مولا بلا لو مدینے مجھے اور جان بیٹا خلافت پہ دے دو لکھا ہوا تھا۔ رات بھر لوگوں نے پڑھا۔ یہ تھا میاں

اور جب یہی بہادر اسی چوک میں ٹہلنے جاتے تھے تو منہ میں پان، انگلی پر چونے کا گھار رکھا ہوا۔ آدھے آدھے تھان کے صافے لاٹھیوں کے ڈرے باندھے ہوئے پھولدار انگرکھے اور غرارہ کے پاجامے پہنے ہوئے ہاتھ میں تیل ملی ہوئی لاٹھی جن کے دونوں سروں پر پیتل کی شامیں لگی رہتی تھیں اور خوشی میں گلی کوچوں میں کاکل کی طرح آج بل کھائے ہوئے ہو، چار بیت گاتے ہوئے گھوما کرتے تھے۔ ہائے ہائے آج وہ بھی نقشے نظروں میں ہیں۔ گھر گھر ایک بہادر رہتا تھا۔ دن دہاڑے چوراہوں پر لاٹھیاں چلا کرتی تھیں۔ بات بات پر چھری چاقو سینے میں اتر جاتے تھے اور پھر لال پریڈ پے اپنا قصاص کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ تلیا والے غفور میاں نے پینترا بدل کر کہا۔ بدھوارے محلے میں جا جا کے بے فضول کو لڑائیاں مول لیا کرتے تھے۔ دن بھر لڑتے تھے۔ محلے کے اشرافوں کا ناک میں دم تھا صبح سے شام تک بیچ بچاؤ کیا کرتے تھے۔ بہادروں کو کمر سے پکڑ پکڑ کر علیحدہ کرتے تھے اور جہاں چھوڑا پھر ربڑ کی طرح واپس اپنی جگہ پر آ کر لڑنے لگتے تھے۔ سمجھانے والے بھی تنگ آ کے اور جمائیاں لیتے ہوئے شام کو اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے چراغ بتی کا ٹیم ہو جاتا تھا مگر لڑائی بند نہ ہوتی تھی۔ اور عورتیں ہائے ہائے خاں انڈوں کے حلوے بنا کر بچوں کو دیا کرتی تھیں کہ جاؤ تمھارے ابا کو جا کے دے دینا بدھوارے میں لڑ رہے ہوں گے۔ کیا سماں ہوتا تھا خاں اب تو اس زمانے کو ترس گئے، بچوں کی چلا چوٹ مچی ہے کوئی کہہ رہا ہے کہ ابا یہ قلفی میں تمھارا کھانا ہے کوئی کہتا چچا میاں یہ سرخ رومال میں شیرمال بندھی ہے تمھارے لئے۔ کوئی عورت بغیر بچوں والی اس طرح برقع پہن کر چلاتی تھی کہ آگ لگے اس لڑائی میں صبح سے یہ وقت ہو گیا پیٹ میں رزق کا دانہ نہیں گیا مگر داد رے شیر کہ بیوی کی بھی نہیں سنتے تھے۔

دادا، محرم میں سنا ہے کہ شیر بھی خوب بنتے تھے۔ ایک نوجوان نے دلچسپی لیتے ہوئے معلوم کیا۔

جیتے رہو کیا خاں محرم کی یاد دلائی ہے کیا محرم ہوتے تھے، سواری بننا، اکھاڑے توڑنا، ہلڑ مچانا، یہ سب ہی بہادر کیا کرتے تھے۔ ارے خاں میاں! بھوپال کا محرم دیکھنے تو ولایت سے میمیں آتی تھیں —— وہ بھی خاں دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا کہ ادھر سے سیہود والی سواری دولہا دولہا کرتی آئی ادھر سے اکھاڑہ جا رہا ہے کہ سواری نے آلیا۔ بھاگنا مشکل ہو جاتا تھا، ہلڑ مچ جاتا تھا۔ عورتوں، بچوں کی چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی، تماشہ دیکھنے والوں میں بھگدڑ مچ جاتی تھی، اکھاڑا تتر بتر مشعلچی اور بٹ بردار نالیوں میں جا پڑتے تھے۔ لوگ دیواروں پر چڑھ جاتے تھے، خدا خدا کر کے سواری پاس ہو جاتی تھی تو پھر سے اکھاڑہ جمنا شروع ہو گیا تھا۔ مگر میاں غفور میاں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اب کہاں وہ بہادر، نہ قتل کریں۔ نہ لاٹھیوں سے سر پھوڑیں نہ پھانسی نہ قصاص۔ اب تو خاں ان چیزوں کے لئے ترس گئے۔ پہلے کبھی سرکار اماں کے زمانے میں کوئی بہادر مست ہوا اور سرکار نے حکم دیا کہ پکڑ دھکڑ دے کو۔ بس کیا ہے ایک ایک بہادر کو پکڑنے کے لئے پچیس پچیس سپاہی پھر رہے ہیں مگر خاں آج تو یہ حال ہے کہ پچیس بہادروں کو ایک سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح گھیر کر کوتوالی لے جاتا ہے آج یہی بہادر گالی گلوچ کھا رہے ہیں۔ اپنے بتے سن رہے ہیں مگر مجال تو ہے کہ حرارت تو آ جائے: نہ قصاص نہ پھانسی۔

دادا۔ کیا اب بھی بھوپال میں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے؟ ایک صاحب نے معلوم کیا اسے یاد کہہ تو رہا ہوں نہ قصاص ہوتا ہے اب نہ کسی بہادر کو پھانسی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ ہی جانے کہ یہ ایک دم سے سب بہادر کہاں جا گھسے، ایک کا پتہ نہیں مگر خاں اب تو خاں خالص کی طرح خالص پٹھان بھی ملنا دشوار ہو گیا ہے۔ بارہ سال پہلے جیل کے محکمے نے ان بہادروں کی رات دن کی لڑائیوں کو دیکھ کر دس پھانسی کی رسیاں منگا کر احتیاطاً رکھ لی تھیں، تو آج تک نئی کی نئی رکھی ہیں اب تو خواب ہو گیا کہ پٹھان میاں کو

پھانسی پے لٹکتا دیکھیں۔ اب تو سنا ہے کہ جیل کے محکمہ نے ان پھانسی کی رسیوں کو نیلام کے رجسٹر پر چڑھا دیا ہے تو خاں دیکھا یہ رہی سہی امید بھی گئی کہ کسی بہادر کو لٹکتا دیکھتے۔

غفور میاں نے دوسرا پہلو بدل کر اب مزید کچھ کہنا چاہا تھا کہ ہوٹل کے مالک نے ٹانٹ پلائی ——

بس بس غفور دادا یہ سیاسی باتیں ہمارے ہوٹل میں مت کرو، پولیس والے یونہی جان کو آئے ہوئے ہیں۔

غفور میاں نے ایک پولیس کے سپاہی کو اندر آتے دیکھا تو خود بھی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چلو خاں لفانی گھر چلو۔ یہ بہادر کہاں سے ٹپک آیا"۔

لفانی اور غفور میاں پولیس والے کو گھورتے ہوئے ہوٹل سے باہر آ گئے۔

نعت

محترمہ عشرت فروغ عباسی

میری ابتدا، ہیں مدینے کی گلیاں
میری انتہا ہیں مدینے کی گلیاں

یہی آرزو اپنی ہر دَم رہی ہے
میسّر ہوں مجھ کو مدینے کی گلیاں

جبینِ عقیدت جھکا کر اٹھے دِل
نظر مجھکو آئیں مدینے کی گلیاں

پڑھوں جب میں صَلِّ علےٰ چپکے چپکے
وہ مکّہ کی ہوں یا مدینے کی گلیاں

میرے ہر نفس میں بسی جا رہی ہیں
وہ گلیاں وہی ہیں مدینے کی گلیاں

یہ دل ہے بہت بیقرار اے خدا را
دکھا دے دکھا دے مدینے کی گلیاں

گنہگار عشرتؔ کی ہے یہ تمنّا
ابد تک رہیں ہم مدینے کی گلیاں

اچھی کتابیں

کلید باب رحمت

مخدومہ خیر النساء بہترؒ (والدہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ)

کی درود اثر میں ڈوبی ہوئی مناجاتوں کا مجموعہ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر مانگی گئی دعائیں۔

قیمت ۲ روپے

تعلیم الاسلام

مولانا حکیم سید عبد الحیٔ

سابق ناظم ندوۃ العلماء کی آسان کتاب۔ روزمرہ کے مسائل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ فطر قربانی، وضو اور غسل جنازے کے احکام آسان زبان میں۔

قیمت ۲ روپے

ہمارے حضورؐ

اَمۃ اللہ تسنیم

کی سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بچوں کے لئے نہایت آسان زبان میں دلنشیں کتاب ہر بچے کے پڑھانے کی کتاب تاکہ محبتِ رسولؐ اس کے قلب و دماغ میں پیوست ہو جائے۔ قیمت ۱/۲

مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱